فقہ المعیشۃ والمعاش

بے روزگاری کے اسباب و وجوہ

اور فقہِ اسلامی میں اس کا حل

پروفیسر حافظ سید خالد محمود ترمذی

اسباب و وجوہات معلوم کرنے کے بعد اب آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ مسئلے کا حل اسلام کیا بتاتا ہے۔

زکوٰۃ و عشر اور خمس اور صدقہ فطر

مغربی ماہرین معاشیات نے بے روزگاری کا حل زیادہ بچت کو قرار دیا ہے تاکہ اس سے مزید سرمایہ کاری کی جاسکے جبکہ اسلام نے اس کا حل انفاق کو تجویز کیا ہے جس کی ایک منظم صورت زکوٰۃ عشر اور خمس وغیرہ ہیں۔

اوائل اسلام میں چونکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا واسطہ مشرکین مکہ سے تھا جن کی سخاوت اور فیاضی اگرچہ ضرب المثل تھی عام دعوتیں کرنا اور ان پر دل کھول کر خرچ کرنا ان کی قدیم روایت تھی عرب اسی پر فخر کرتے تھے کہ ان کے چولہوں کی آگ کبھی بجھتی نہ تھی لیکن یتامیٰ و مساکین اور سائل و محروم کی مدد کرنا بلکہ اسے ان کا حق سمجھنا ان کے لیے ایک نئی بات تھی یہاں آکر ان کے داد و دہش کرنے والے ہاتھ رک جاتے تھے کہ جس کی وجہ سے قرآن ان کو بخیل قرار دیتا ہے۔ اور مکی سورتوں میں جا بجا ان کے اس بخل کی مذمت کرتا ہے۔ جیسا کہ اس دور کی ایک سورۃ حٰم السجدہ (جو آپ کے چچا حضرت حمزہؓ کے ایمان لانے کے بعد اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے پہلے نازل ہوئی ہے[۲۸]) میں ان الفاظ میں ان کی مذمت کی گئی ہے۔

وویلٌ للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم کافرون

ترجمہ: تباہی ہے ان مشرکین کے لیے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں[۲۹]

اس آیت میں زکوٰۃ کے لفظ کا استعمال یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہجرت حبشہ سے قبل مکہ کے مسلمانوں میں زکوٰۃ کے حکم پر عمل شروع ہو چکا تھا۔ اس کی تائید ہجرت حبشہ کے بعد شاہ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ (مہاجرین کے قائد) کی تقریر سے بھی ہوتی ہے جس میں سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے ذیل میں ادائیگی زکوٰۃ کے حکم کا بھی ذکر ہے[۲۶]

چونکہ اس آیت میں مشرکین مکہ پر تنقید ہے کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے اس لیے بعض علماء نے زکوٰۃ نہ دینے سے مراد یہ لیا ہے کہ وہ توحید کا اقرار نہیں کرتے لیکن اکثر مفسرین نے اس سے زکوٰۃ المال ہی مراد لی ہے[۲۷] امام ابن جریرؒ نے اسی کو مختار کہتے ہیں۔ اگرچہ صدقے اور زکوٰۃ کی اصل کا حکم تو نبوت کی ابتداء میں ہی تھا جیسے فرمان الٰہی ہے:۔ واٰتوا حقہٗ یوم حصادہٖ جس دن کھیت کاٹو اسکا حق دیدیا کرو۔ ہاں زکوٰۃ جس کا نصاب اور جس کی مقدار من جانب اللہ مقرر ہے وہ مدینے میں ۲ ہجری میں مقرر ہوئی[۲۸] لیکن ابن ماجہ میں قیس بن سعد بن عبادہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ "۲" ہجری میں زکوٰۃ الفطر کا حکم نافذ ہوا۔

اس لیے کہ اس دور میں ایمان لانے والوں کی ایک معتدبہ تعداد پہلے سے ہی مفلس اور تنگدست تھی جبکہ مقابلہ میں مکہ کے بڑے بڑے مال دار و ساہوکار مسلمانوں کے مخالف تھے جو مسلمانوں کو ایمان لانے کی پاداش میں سخت اذیتیں دیتے تھے ان کا سماجی اور معاشی قطع تعلق کرتے (جیساکہ شعب ابی طالب میں کیا) اسکا واحد حل یہی کہ ان مسلمانوں کو جو کچھ کھاتے پیتے تھے یا اہل ثروت تھے انفاق پر ابھارا جائے اس کے لیے اسلام نے اسی دور میں اطعام المسکین۔ الحض علی الاطعام۔ انفاق۔ انفاق فی سبیل اللہ۔ زکوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کے پرزور الفاظ کے ذریعے ان میں انفاق کا جذبہ پیدا کیا۔ اسی طرح کے انفاق نہیں نکالے جانے والے مال کے مصارف کی نشاندہی بھی مکی آیات میں ہی کردی گئی تھی:۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

ترجمہ:۔ صدقات تو دراصل فقراء اور مساکین کے لیے ہیں اور ان کارکنوں کے لیے جو صدقات کی تحصیل پر مقرر ہوں اور ان لوگوں کے لیے جن کی تالیف قلوب مطلوب ہو اور لوگوں کی گردنیں بند اسیری سے چھڑانے کے لیے اور قرضداروں کے لیے اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے کیلئے اور

مسافروں کے لیے۔

بالآخر ۹ ہجری میں سورۂ توبہ کی آیت صدقات میں پہلے ذکر کردہ مدات میں چند مزید مدات کے اضافہ کے ساتھ مجموعی طور پر یکجا ذکر کرکے فریضۃ من اللہ کے الفاظ کے ساتھ آٹھ مصارف زکوٰۃ کی حتمی طور پر تحدید کردی گئی۔[۲۸]

ہجرت کے بعد مدینہ میں جب مسلمانوں کا اول روز سے ہی ایک آزاد اور خود مختار معاشرہ قائم ہوگیا تو انفاق اور زکوٰۃ کے ان احکام پر جو مکی آیات میں محض اجمالی طور پر بیان ہوئے تھے نہ صرف زیادہ تفصیل اور وضاحت سے بیان کئے گئے تھے بلکہ ان پر عمل درآمد کے لیے باقاعدہ تنظیم بھی قائم کی گئی چنانچہ مدینہ میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی پہلی تقریر میں ہی زکوٰۃ وانفاق کے سلسلہ میں یہ مطالبہ کیا کہ ہر وہ شخص جو تھوڑی بہت استطاعت رکھتا ہے اللہ کی راہ میں کچھ نہ کچھ ضرور دے۔[۲۹]

اسلامی معیشت کے ماہر مولانا مودودی زکوٰۃ کے سلسلے میں رقمطراز ہیں۔

"یہ مسلمانوں کی کواپریٹو سوسائیٹی ہے یہ ان کی انشورنش کمپنی ہے یہ ان کا پراویڈنٹ فنڈ ہے یہ ان کے لیے بے کاروں کا سرمایۂ اعانت ہے۔ یہ ان کے معذوروں، اپاہجوں، بیماروں، یتیموں، بیواؤں کا ذریعۂ معاش ہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ وہ چیز ہے جو مسلمانوں کو فکر فردا سے بالکل بے نیاز کردیتی ہے۔ اس کا سیدھا سادا اصول یہ ہے کہ آج تم مالدار ہو تو دوسروں کی مدد کرو کل تم نادار ہوگئے تو دوسرے تمہاری مدد کریں گے۔ تمہیں یہ فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ مفلس ہوگئے تو کیا بنے گا، مرگئے تو بیوی بچوں کا کیا حشر ہوگا۔ کوئی آفت ناگہانی آپڑی، بیمار ہوگئے گھر میں آگ لگ گئی، سیلاب آگیا، دیوالیہ نکل گیا تو ان مصیبتوں سے مخلصی کی کیا سبیل ہوگی سفر میں پیسہ نہ رہا تو کیونکر گذر بسر ہوگی؟ ان سب فکروں سے صرف زکوٰۃ تم کو ہمیشہ کے لیے بے فکر کردیتی ہے۔"[۳۰]

حکومت نے زکوٰۃ کی وصولی اور مستحقین میں اس کی تقسیم کا نظام تو ضیاء الحق (مرحوم) کے زمانے سے قائم کردیا ہے یہ ایک مستحسن اقدام ہے لیکن یہ صرف بنکوں میں جمع لوگوں کی پونجی پر کٹتی ہے جو بعض ہوشیار حضرات رمضان سے پہلے نکال لیتے ہیں دوسرے بڑے بڑے تاجروں اور صنتکاروں سے ان کے مال تجارت اور صنعت پر زکوٰۃ کی وصولی کا کوئی انتظام نہیں۔ بڑے بڑے زمینداروں سے عشر کی وصولی کا بھی کوئی انتظام تا حال نہیں ہے۔ بعض حضرات کے بڑے بڑے مویشی فارم ہیں ان سے بھی زکوٰۃ وصول

نہیں کی جاتی۔ معدنیات کا جو کاروبار کر رہے ہیں ان سے بھی زکوٰۃ الرکاز (خمس) نہیں لی جا رہی۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ مرکزی اور صوبائی زکوٰۃ کونسلوں میں علماء کے ساتھ اسلامی معیشت کے ماہرین یا کم از کم جدید معاشیات کے ماہرین شامل نہیں ہیں۔

صدقہ فطر یا زکوٰۃ الفطر (فقہ کی تمام کتابوں میں زکوٰۃ کے آخر میں یعنی زکوٰۃ کے ساتھ ہی صدقہ فطر کے احکام کا ذکر ہے) کا حکم ۲ ہجری میں رمضان کے روزوں کے ساتھ ہی دیدیا گیا تھا اس کے مطابق ہر خوشحال آدمی کے لیے ضروری ہے کہ عید کے موقع پر خوشی مناتے ہوئے اپنے اور اپنے زیر کفالت افراد میں سے ہر ایک کی جانب سے ایک غریب بھائی کے لیے اس کی ایک دن کی خوراک کے بقدر صدقہ کرے اس کی مقدار ایک صاع مقرر ہے۔ پاکستان میں صدقہ فطر ہی ایسا صدقہ ہے جسے تقریباً ہر شخص باقاعدگی سے ادا کرتا ہے اسی طرح اگر زکوٰۃ و عشر کو بھی پورے جذبے (Spirit) کے ساتھ وصول اور تقسیم کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان میں کوئی فقیر ٹرینوں میں بسوں کے اڈوں پر گلیوں محلوں میں مانگتا ہوا نظر آئے یعنی ابھی ہم اس گداگری کی لعنت سے ہی اپنے پیارے پاکستان کو پاک نہیں کر سکتے ہیں جو بے روزگاری کی بد ترین بلکہ مکروہ ترین صورت ہے۔

اگر مرکزی زکوٰۃ کونسل (جو مستند علماء کے علاوہ اسلامی معیشت کے ماہرین اور جدید ماہرین معاشیات پر مشتمل ہو) اس بات کو مناسب سمجھے کہ ہر سال کی کل موصولہ زکوٰۃ میں سے جس قدر حصہ فقراء اور مساکین کی مد میں صرف کرنا طے ہو جائے باہم مشورے سے تو اس رقم کو کسی منفعت بخش کاروبار میں لگا دیا جائے یا کوئی صنعت قائم کردی جس کے حصص ان بے روزگاروں اور حاجت مندوں کے نام کر دیئے جائیں جو اس سال کی زکوٰۃ کے مستحقین قرار دیئے جائیں تاکہ ان کی آمدنی کا ایک مستقل ذریعہ بن جائے۔ جب انہیں مناسب روزگار مل جائے یا وہ حاجت مند نہ رہیں تو یہی حصص دوسرے بے روزگاروں یا حاجت مندوں کے نام منتقل کر دیئے جائیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کاروبار یا صنعت میں ان بے روزگاروں کو مناسب تربیت دے کر کھپا دیا جائے۔ یا یہ خیال رکھا جائے کہ جس علاقے کی زکوٰۃ ہو اس سے اسی علاقے میں وہ صنعت لگائی جائے تاکہ اس زکوٰۃ سے اسی علاقے کے بے روزگار فائدہ حاصل کریں۔

۲: وراثت کی تقسیم

تقسیم وراثت کا قانون جیسا اسلام میں ہے کسی اور معاشی نظام میں نہیں ہے۔ دوسرے معاشی نظاموں کا میلان اسی طرف ہے کہ جو دولت

ایک شخص نے سمیٹ کر جمع کی ہے وہ اس کے بعد بھی ایک یا چند اشخاص کے پاس سمٹی رہے مثلاً برطانیہ میں اولادِ اکبر کی جانشینی کا قانون (Law of Primogeniture) اور مشترک خاندان کا طریقہ (Joint Family System) لیکن اسلام دولت کے سمٹنے کو پسند نہیں کرتا وہ اس کو پھیلانا چاہتا ہے تاکہ دولت گردش میں رہے اور معاشرے کے تمام افراد اس سے فائدہ اٹھائیں۔ مگر پاکستان میں عملاً اول تو وراثت کی تقسیم نہیں ہوتی وہی برطانیہ والے قانون پر لوگ عمل پیرا ہیں۔ اگر کسی وراثت کی تقسیم بھی ہوتی ہے تو بہنیں تو محروم ہی رہتی ہیں انکو کوئی بھائی حصہ نہیں دیتا۔ شریعت کے اصول للذکر مثل حظ الانثیین نے بہنوں کا جو آدھا حصہ مقرر کیا ہے ان کو وہ بھی نہیں ملتا۔ وراثت کی صحیح صحیح تقسیم ہونی چاہیئے تاکہ کوئی شخص بھی اپنے مقرر حصے سے محروم نہ رہے[۲۱]

۳۔ سودی معیشت کا قلع قمع

اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو جدید دور کے تمام پیچیدہ اور لاینحل مسائل کی بنیادی اور سب سے بڑی وجہ سودی معیشت ہے جس نے بے لگام اور بے رحم سرمایہ داری کو جنم دیا ہے۔ معاشرے میں خود غرضی، بے حسی اور بے رحمی، حرص، طمع اور لالچ کو رواج دیا ہے جائز اور ناجائز حلال و حرام کی تمیز ختم کر دی ہے۔ چور بازاری، سمگلنگ، احتکار (ذخیرہ اندوزی) کر کے مصنوعی قلت پیدا کرنا اور پھر اشیاء کی قیمتیں بڑھانا یعنی مہنگائی کرنا اسراف و فضول خرچی اور بخل اسی کی ناجائز اولاد ہے۔

اسی کی بدولت اس ملک میں جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اسلامی معیشت (جو آج کے جملہ معاشی مسائل کا واحد حل ہے) کا قیام ناممکن ہو رہا ہے۔ سیور ریفل پرائز بانڈز (جو جوئے کی ایک شکل ہے) کواپریٹو فنانس کارپوریشن (جنہوں نے غریبوں کا بچا کھچا سرمایہ بھی لوٹ لیا یہ سب انہی ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کی جنگ زرگری اور ہوس زر کی غماز ہیں۔ یہاں تک کہ ان ساہوکاروں کی یہی ہوس زر رفتہ رفتہ سیدھے سادے اور مخلص و ہمدرد عوام میں بھی سرایت کر گئی ہے اور اب دکھی انسانیت کی امداد و اعانت کے لیے فاطمید ریفل اور ٹی بی ریفل کا اجراء کرنا پڑا جو کہ سراسر جوا ہے اس میں کوئی نیکی نہیں ہے یعنی ابلاغ عامہ کے ذرائع پر تشہیر اور پروپیگنڈے کے ذریعے ہمارا مزاج یہ بنا دیا گیا ہے کہ اب ہم بھی فرنگیوں کی طرح للہ فی اللہ یعنی خدا واسطے یا اپنی آخرت سنوارنے کے لیے کوئی نیکی یا ہمدردی کرنے کو تیار و آمادہ ہی نہیں ہوتے جب تک اسی دنیا میں انعام بلکہ ۲۰ - ۲۵ لاکھ تک

کے بڑے انعام کا لالچ نہ دیا جائے یعنی یہ صدٌ عن سبیل اللہ (اللہ کے راستے کی ایک کاوٹ) بن کے رہ گئی ہے اگر ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو اپنی منزل یعنی اسلامی معیشت کے قیام کو پانے کے لیے راستے کی اس دیوار کو گرانا ہو گا اس کا مکمل قلع قمع کرنا ہو گا تبھی ہم اپنے مقصدیں کامیاب ہوں گے ورنہ جب تک یہ شجر خبیث موجود ہے اصلاح احوال کی کوئی صورت کارگر نہیں ہو گی بلکہ صورت حال اور بگڑے گی اور بے روزگاری کا مسئلہ اور زیادہ گھمبیر ہوتا جائے گا کیونکہ مسئلے کی جڑ بنیاد یہی ناسور ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اوائل اسلام میں زکوٰۃ کو انفاق کا ایک عام قانون بنانے کے ساتھ ساتھ سود کو حرام کرکے سودی معیشت اور اس پر مبنی سرمایہ داری پر ایک کاری ضرب لگائی گئی جیسا کہ مکی دور کی ایک سورۃ الروم کی اس آیت سے ظاہر ہے جس میں زکوٰۃ کی تعریف کے ساتھ ساتھ سود کی مذمت کی گئی ہے فرمان الٰہی ہے

وَمَآ اٰتیتُم من ربًا لیربُوا فی اَموال الناس فلا یربُوا عنداللہِ وَمَا

اٰتیتُم مِن زکوٰۃٍ تُرِیدُونَ وجہ اللہ فاولٰٓئِک ھُمُ المُضعِفُون.

ترجمہ:۔ اور یہ جو تم سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے اموال میں اضافہ ہو تو اللہ کے نزدیک وہ ہرگز نہیں بڑھتا۔ بڑھوتری تو ان اموال کو نصیب ہوتی ہے جو تم اللہ کی رضا کے لیے زکوٰۃ میں دیتے ہو۔[۳۲]

پھر اللہ کے یہ فرامین :۔ یمحق اللہ الربٰوا ویربی الصدقات اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے[۳۳]

یاَیُّھا الذین اٰمنوا اِتقوا اللہ وذروا ما بقی من الرّبوا إن کنتم مؤمنین ہ

فإن لم تفعلوا فأذنوا بحربٍ من اللہ ورسولہ ج وَإن تُبتُم فلکم

رءُوس اُموالکم لا تظلمون ولا تظلمون ہ وإن کان ذوعُسرۃٍ فنظرۃٌ

إلیٰ میسرۃٍ ط وأن تصدقوا خیرٌ لکم ان کنتم تعلمون ہ

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ اور اگر نہیں کرتے (نہیں چھوڑتے) تو اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کیلئے ہوشیار ہو جاؤ۔ ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اپنا اصل مال (اصل زر) تمہارا ہی ہے نہ تم ظلم کرو تم

پر ظلم کیا جائے۔ اور اگر کوئی تنگدست ہو تو اسے آسانی تک کی مہلت دینی چاہیے اور معاف کر دینا تو بہت ہی بہتر ہے اگر تم میں علم ہو[۳۴]

تشریح

روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک ایسے معاملے کی نسبت جس میں سود تھا حضرت زید بن ارقمؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان کا جہاد بھی برباد ہو گیا کہ جہاد خدا تعالیٰ کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کا نام ہے اور سود خوری خود خدا تعالیٰ سے مقابلہ کرنا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں سود خور سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اپنے ہتھیار لے اور خدا سے لڑنے کے لیے تیار ہو جا۔ آپ فرماتے ہیں امام وقت پر فرض ہے کہ سود خور سے اگر وہ سود نہ چھوڑیں تو ان سے توبہ کرائے اگر نہ کریں تو ان کی گردن مار دے۔ ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے۔

الرّبا سبعون جزاً ایسرها ان ینکح الرّجل امّہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ " سود کے ۷۰ گناہ ہیں جن میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے زنا کرے "۔ یعنی سود اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس کو ۷۰ اجزاء میں تقسیم کیا جائے تو اس کا ہلکے سے ہلکا جز اس گناہ کے برابر ہے کہ آدمی اپنی ماں سے بدکاری کرے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا سنو! قرآن میں سب سے آخر سود کی حرمت کی آیت اتری اور آپؐ کا انتقال ہو گیا (ابن ماجہ) مروی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۹ راتوں تک زندہ رہے[۳۵]

یعنی اسلام کی اول و آخر تعلیم یہی رہی ہے کہ سود کی لعنت کو ختم کیا جائے لیکن عملاً یہ ہو رہا ہے کہ تمام عالم اسلام کے مسلمان اس کے شکنجے میں پھنسے ہوئے ہیں بلکہ اسے شیر مادر سمجھ کر کھا رہے ہیں گلی گلی محلے محلے میں مختلف ناموں سے نئے نئے بینک (سود گھر) کھل رہے ہیں اور ہم خوش ہیں کہ ہم ترقی کر رہے ہیں۔

۴۔ قرض حسنہ

انسان کا بنیادی مسئلہ کسب معاش کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا خود انسان اور ذرائع بھی وہی پرانے ہیں صنعت و حرفت اور زراعت یا ملازمت۔ لیکن صنعت و حرفت اور زراعت کے میدان میں مشین کی ایجاد نے کافی انقلاب برپا کر دیا ہے اور روزگار کے انداز بھی بدل دیئے تو اس کے لیے پرانے حل کے ساتھ

ساتھ جدید حل بھی سوچنا ضروری ہے۔ حکومت پہلے آسان شرائط سود پر بے روزگار افراد کو قرضے دیتی ہے پھر جب وہ اپنے پاؤں جما لیتے ہیں تو آسان اقساط میں وہ قرضے لوٹاتے ہیں تاکہ دیگر بے روزگار افراد کو دیئے جا سکیں یہ ایک اچھی سکیم ہے لیکن اگر اسے بغیر سود کے قرض حسنہ کے طور پر دیا جائے تو اس کے فوائد زیادہ ہوں گے۔

دوسرے دیکھا یہ گیا ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ افراد میں بے روزگاری زیادہ ہے اس لئے کہ آج کل کے دور میں علم سے زیادہ ہنر کی مانگ ہے لہذا میری یہ تجویز ہے کہ ہمارے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں علم و ادب یا نظری علوم پڑھانے کی بجائے فنون اور ہنر سکھانے پر زیادہ توجہ دی جائے یا پھر تمام طلبہ کو علوم کے ساتھ ساتھ کوئی نہ کوئی ہنر اور فن سکھانے کا ضرور بندوبست کیا جائے کہ بقول اقبالؒ۔ ع قوتِ افرنگ از علم و فن است

کہا یہ جاتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس پیسہ تو بہت ہے لیکن ٹیکنالوجی (Technology) نہیں ہے اس لیے ہمیں ٹیکنالوجی حاصل کرنا چاہیئے اور اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ ہمارے تعلیمی اداروں خصوصاً سکولوں میں بھی طلبہ کی راہنمائی / رگائڈینس / کا انتظام کیا جائے تاکہ انکا رجحانِ طبع دیکھ کر ان کو ہنر سکھائے جائیں اور وہ اپنے آپ کو معاشرے میں ناموزوں (Misfit) نہ سمجھیں۔ مشینی زندگی کی بے کیفی اور بے رنگی میں رنگ بھرنے کے لیے علم و ادب بھی ضروری ہیں کہ بقول اقبالؒ۔ ع احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

لیکن آج کل مشین ایک ناگزیر ضرورت بن چکی ہے اس نے انسانوں کو بہت سی سہولتیں بھی بہم پہنچائی ہیں، روزگار کے مواقع بھی پیدا کیے ہیں اور ساتھ ساتھ بے روزگاری میں اضافہ بھی کیا کیونکہ پہلے جو کام لاکھوں ہنرمند اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے آج ایک مشین وہ کام لمحوں میں کر دیتی ہے اور بڑی ستھری اور پائیدار بنا کر مارکیٹ میں بھیج دیتی ہے جس سے دستکار حضرات بے روزگار ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کی بے روزگاری کو معاشی اصطلاح میں Technological Unemployment کہتے ہیں[۲۵] لیکن اب تو مشین آج کی ضرورت بن چکی ہے تو ان بے روزگار ہونے والے دستکاروں کو بھی قرض حسنہ دے کر بے روزگاری کے بے رحم شکنجے میں جانے سے بچایا جائے تاکہ وہ بھی اپنے ہنر اور دستکاری کو مشینی یعنی (Industrialise) کر لیں اور عزت کی روزی کما سکیں، اور ایک کا روزگار دوسروں کی بے روزگاری کا سبب نہ بن سکے۔

۵ / اجارہ داری کا خاتمہ احتکار کرنے والا / اجارہ دار (Monopolist) دولت کے ذخیروں پر سانپ بن کر بیٹھ جاتا ہے اور بسا اوقات زائد سامان تو تلف کر دیتا ہے تاکہ کسی نہ کسی طرح ایک خاص نرخ لوگوں پر مسلط کر سکے۔ یہ طرزِ عمل صریح طور پر سامانِ معیشت کے ان سماجی خزانوں کی بربادی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے فائدے کے لیے زمین میں پیدا کیا ہے۔ اسی لیے اسلام نے احتکار کو دائرۂ دین سے خارج کرنے والا جرم قرار دیا ہے۔

من احتکر طعاماً اربعین یوماً فقد برئ من اللہ وبرئ اللہ منہ

ترجمہ: جس نے چالیس دن تک خوراک کو ذخیرہ کیے رکھا اس کو اللہ سے کوئی واسطہ نہیں نہ اللہ کو اس کی کوئی پرواہ ہے (مسند امام احمد)

۶ / سحت و استحصال کا تدارک استحصال کسی قسم کا بھی ہو ختم ہونا چاہیے خواہ مستاجر کے ہاتھوں اجیر کا استحصال ہو یا مذہبی پیشہ وروں کے ہاتھوں اپنے عقیدت مندوں کا ہو یا اخبارات و جرائد کے مالکوں کے ہاتھوں یا پبلشروں کے ہاتھوں غریب لکھنے والوں کا ہو۔ اخبارات و رسائل کی اشاعت بھی آج کل دیگر منفعت بخش صنعتوں کی طرح ایک صنعت بن چکی ہے اور اس میں بڑا منافع ہے کیونکہ یہاں خام مال (مضامین، افسانے، نظمیں اور غزلیں) مالکوں کو بالکل مفت مل جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان لکھنے والوں کو جن کی تخلیقات یہ اخبارات و جرائد کے مالک شائع کرتے ہیں۔ اس رسالے یا اخبار کی ایک اعزازی کاپی بھی یہ مالکان نہیں بھیجتے وہ بھی انہیں خود خریدنا پڑتی ہے۔ یعنی قلم اور لفظ (جن کی قسم اللہ نے کھائی ہے) ن۔ والقلم وما یسطرون بالکل بے قیمت ہے اس کی اس ملک میں کوئی قیمت نہیں حالانکہ لفظ تو انمول ہوتا ہے۔ ایسا قانون بنانا چاہیے کہ یہ مالک ہر لفظ کی قیمت ادا کریں جو یہ اپنے اخبارات و جرائد میں شائع کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ جو خود استحصال کے خلاف لکھتے نہیں تھکتے لکھنے والوں کا استحصال نہ کر سکیں۔

۷ / اسراف و تبذیر کے خلاف اقدام ہمارے ملک میں جہاں لوگوں کی اکثریت نان جویں کو محتاج ہے وہاں ایک محدود اقلیت ذرائع و وسائل معاش پر قابض ہے اور وہ اپنی بے انتہا دولت و ثروت میں محروم لوگوں کو شریک کرنے کی روادار نہیں ہے۔

ان سے جب رفاہی کاموں میں امداد مانگی جائے تو وہ دس روپے دیتے ہوئے دس دفعہ سوچتے ہیں لیکن جب بسنت منانا ہو تو بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ پتنگ بازی پر لاکھوں روپے کا ضیاع، وقت کا ضیاع اور لہو ولعب ہے یہ اسراف ہے اسے قانوناً ممنوع قرار دے دینا چاہیئے اور ان کی زائد از ضرورت دولت کو ترمذی کی اس حدیث کی رو سے إن فی المال حقاً سوی الزکوٰۃ (مال میں زکوٰۃ کے علاوہ حق بھی ہے) ٹیکس کے ذریعے حاصل کر کے بے روزگاروں اور حاجت مندوں پر صرف کر دینی چاہیئے اور علماء اسلامی معیشت کی ایسی تصویر پیش کرنی چاہیئے جیساکہ اسلامی معاشی نظام کا تقاضہ ہے۔

كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْأَغْنِیَاءِ مِنْكُمْ

مال تمہارے مالداروں میں ہی چکر نہ لگاتا رہے[۳۰]

اسلام کے معاشی نظام کو نافذ کر کے بتدریج وہ تمام فاصلے کم کر دیئے جائیں جو امیر اور غریب میں پائے جاتے ہیں اور اسی تدریجی عمل میں وہ مقام آجائے کہ پورے معاشرے میں ایک بھی حاجت مند باقی نہ رہے۔

نکتہ، شرع مبیں ایں است وبس
کہ نہ باشد درجہاں محتاج کس

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

مصادر ومراجع

۲۴ / ابن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ قاہرہ ۱۳۵۶ھ۔ ج۔ ۱۔ ص ۳۱۲

۲۵ / حٰم السجدۃ: ۶-۷

۲۶ / ابن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ قاہرہ ۱۳۵۶ھ۔ ج۔ ۱ ص ۳۵۹

۲۷ / ابن کثیر۔ ج۔ ۴۔ جز ۲۴۔ ص ۶۱

۲۸ / سہ ماہی فکر ونظر۔ اسلام آباد شمارہ شوال۔ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ ص ۱۵

۲۹ / ابن ہشام، ج۔ ۲۔ ص ۱۱۱

۳۰ / سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ اسلام اور جدید معاشی نظریات لاہور ۱۹۸۶ء۔ ص ۱۱۱

۳۱، النساء: ۱۱
۳۲، الروم: ۳۹
۳۳، البقرہ: ۲۷۶
۳۴، البقرہ: ۲۷۸ تا ۲۸۰
۳۵، ابن کثیر ج-۱ جز ۳ ص ۲۷ تا ص ۳۱
۳۶، Syed Abdul Quddus Social Change in Pakistan Lahore - 1990 - P-103
۳۷، الحشر۔ ۷

زِ ن د گ ی

زندگی زندگی زندگی زندگی زندگی زندگی زندگی زندگی زندگی زندگی زندگی زندگی

قرآن و سنت کی روشنی میں

تحریر: علامہ سید محمد ذاکر حسین شاہ صاحب سیالوی رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

ناشر: مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی

التجائے دعائے مغفرت

قارئینِ مجلّہ ءِ فقہِ اسلامی سے ....

میری والدہ محترمہ اور دیگر اعزہ واقرباء کے لئے

جو اس دارِ فانی سے دار الخلود کی طرف کوچ کر چکے' دعائے مغفرت کی التجاء ہے

(راشد بھائی)